بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمة المدیر

وزارت تعلیم..........أَلَیسَ مِنکُم رَجُلٌ رَشِید؟

پاکستان کا وجود اسلام سے وابستہ ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے انکار ممکن نہیں۔ ہمارے اکابر نے قیام پاکستان کیلئے جو مقدمہ جیتا تھا اس میں سب سے بڑی اور موثر دلیل دوقومی نظریہ تھا۔ جس کی بنیاد پر مسلمانوں کا یہ حق تسلیم کیا گیا کہ انہیں الگ خطہ دے دیا جائے تاکہ وہ مکمل آزادی اور حریت کے ساتھ اسلام کے نظریہ حیات کو نافذ کر سکیں۔ اسلام کے نام پر پاکستان وجود میں آیا جس کیلئے لوگوں نے بے شمار قربانیاں پیش کیں۔ مال، جان، عزت و آبرو قربان کئے۔ اس سرزمین پر قدم رکھتے ہی یہ تصور دل و دماغ میں سرایت کر گیا ہے کہ وہ ایک اسلامی فلاحی ریاست کے مالک ہیں۔ جہاں زندگی کے تمام گوشے اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ ہونگے۔ جہاں امن و سکون ہوگا جہاں عزت و آبرو کے رکھوالے ہونگے۔ جہاں ان کی نسل اسلامی ماحول میں پروان چڑھے گی۔ جہاں نوجوانوں کا تزکیہ ہوگا۔ دل کی پاکیزگی اور طہارت کا وافر سامان ہوگا۔ پاکستان جس کے مدارس، سکول و کالج اور یونیورسٹیاں اسلام کا بہترین نمونہ ہونگے۔ جن کا نصب العین اسلامی تعلیمات کا فروغ ہوگا اور دیگر تمام علوم بھی اسلام کے تابع ہونگے۔

لیکن کس قدر دکھ اور کرب کی بات ہے کہ قیام پاکستان کے ساٹھ سال مکمل ہو رہے ہیں۔ مگر اب تک تعلیمی نظام اور نصاب مکمل نہ ہو سکا۔ اس کا اسلامی ہونا تو دور کی بات ہے ”ہر کہ آمد عمارت نو ساخت“ کے مصداق وزارت تعلیم میں جو بھی بر دھان آیا اس نے ہمیشہ گماشتوں کا کردار ادا کیا اور نت نئے تجربے کئے اور تعلیم کو بازیچہ اطفال بنا کر رکھ دیا جو قوم ساٹھ سالوں میں اپنے نونہالوں کی تعلیم و تربیت کے لئے کوئی مستقل نظام نہ وضع کر سکے اور نہ ہی ایسا نصاب دے سکے جو ان کی تہذیبی ثقافتی اسلامی تاریخی ورثے کا ترجمان ہو۔ کیا انہیں دنیا میں جینے کا حق ہے؟ وزارت تعلیم پر قابض یہ غیر پاکستانی ان کی آل اولاد تو سات سمندر پار تعلیم حاصل کر رہی ہیں لیکن پاکستانی قوم کے ساتھ ان کا بے رحمانہ سلوک سنگین مذاق کے زمرے میں آتا ہے۔ ہر چھ ماہ بعد نصاب میں تبدیلیوں کی مشق کی جاتی ہے نظام تعلیم بدلا جاتا ہے۔ اور ہر سال کتابوں کی تبدیلی سے اربوں روپے کمانے کی تجارت کی جاتی ہے اور غریب عوام کا خون چوسا جاتا ہے۔

وزارت تعلیم میں براجمان لوگ فکری غلامی کا نادر نمونہ اور علمی پسماندگی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے وہ کیونکر ایسے نظام اور نصاب تعلیم کو ترویج دیں گے جو حریت فکر اور آزادی اظہار کا درس دے۔ یہ بیچارے ذہنی افلاس کا شکار ہیں وہی کریں گے جو انہیں کہا جائے گا۔

وزارت تعلیم کا قلمدان آج بھی ایک ریٹائرڈ جنرل کے ہاتھ میں ہے انہیں قوم کی ضرورتوں، تقاضوں، خواہشوں کا مکمل ادراک ہے۔ اور انہیں یہ بھی بخوبی علم ہے کہ پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے۔ اس کی بقا، اس نظریئے کے تحفظ میں ہے۔ اور اسکا بہترین طریقہ نصاب تعلیم کو اسی اساس پر مرتب اور منظم کرنا ہے لیکن دیدہ دانستہ وہ اساسی مضامین نصاب سے خارج کئے جا رہے ہیں۔ پرائمری کی پہلی اور دوسری کلاس سے اسلامیات کو خارج کر کے اس عظیم کام کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ اناللہ..........

وزارت تعلیم میں کیا کوئی رجل رشید نہیں؟ جو انہیں باور کرا سکے کہ پرائمری تعلیم ہی وہ عظیم مرحلہ ہے جہاں بچے کی ذہنی نشوونما ہوتی ہے اور جو پڑھا دیا وہ پختہ ہو گیا۔ اس کے قلب و ذہن میں ہمیشہ کیلئے نقش ہو گیا۔ یہی وہ عمر ہے جس میں بچہ صحیح غلط، اچھی بری، نیکی بدی کی پہچان کرتا ہے لیکن کس قدر بدنصیبی کی بات ہے کہ ایسے معصوم بچوں کے ذہن سے ”اسلامیات“ کو خارج کر دیا گیا۔ اگر ان ابتدائی مراحل میں ”دینیات“ اور اساسی مضامین اسے نہیں پڑھانے ہیں تو پھر اسے کس بات کی تعلیم دینا مقصود ہے؟

دنیا کے ماہرین تعلیم اس بات پر متفق ہیں کہ کوئی بھی عقائد و نظریات اور اس کی تہذیب و ثقافت کو اگر کسی قوم میں رواج دینا ہے تو اس کا اہتمام پرائمری کے مرحلہ میں کیا جائے کیونکہ اس عمر کے بچوں میں قبولیت کے جذبات زیادہ ہوتے ہیں اس میں بھلا کیا شک ہے؟ مگر وزارت تعلیم کے کارپردازان کی الٹی منطق ہے۔ ان کے زعم میں اسلامیات کی تعلیم سے فرقہ واریت پھیلتی ہے۔ لہٰذا اسے نصاب سے خارج کر دو نہ رہے بانس نہ رہے بانسری.......... حالانکہ نصاب میں بیالوجی، کیمسٹری اور فزکس کے مضامین شامل ہیں کیا ان سے بچوں پر منفی اثرات مرتب نہیں ہوتے؟

واقعہ یہ ہے کہ وزارت تعلیم کے اعلیٰ افسران AC کمروں میں بیٹھ کر نظام بناتے ہیں تو انہیں موسم کی شدت اور تغیرات کا ذرہ بھر بھی احساس نہیں ہوتا۔ آج کل F.A کے فرسٹ ائیر کے امتحانات ہو رہے ہیں اس کے متصل بعد سیکنڈ ائیر کے امتحانات ہونگے۔ جون میں موسم گرما اپنے جوبن پہ ہوتا ہے موسم کی شدت میں بچے کس طرح امتحان دیں گے۔ اس کا کسی نے بھی احساس نہ کیا۔ بلکہ متواتر یہ خبریں اخبارات کی زینت بن رہی ہیں کہ امتحانی مراکز میں بجلی بند ہونے سے امیدوار بیہوش ہو گئے۔ عین اس وقت پر ان امتحانی مراکز کی بجلی بند کر دی جاتی ہے۔ جبکہ متبادل انتظام نہیں ہوتا۔ اس

کا علم رکھتے ہوئے وزارت تعلیم نے کوئی نوٹس نہیں لیا۔

اس سے بڑا لطیفہ اور کیا ہوگا؟ اس مرتبہ نئے تعلیمی سال کا آغاز ستمبر سے کر رہے ہیں۔ سکولوں میں نئے سال کی کتب آچکی ہیں۔ لیکن وزارت تعلیم نے ایک حکم کے ذریعے ان کی تقسیم پر پابندی عائد کر دی ہے کہ یہ کتب اب طلبہ کو نہ دی جائیں بلکہ نئے تعلیمی سال کے آغاز پر تقسیم کی جائیں گی۔ جبکہ تمام اساتذہ کرام کو یہ حکم ملا ہے کہ وہ طلبہ کو گرمیوں کی تعطیلات کا کام دیں۔ یعنی Home Work دیں۔ جبکہ ایک معمولی دانش رکھنے والا بھی یہ جانتا ہے کہ وہ ہوم ورک کیسے کریں گے جبکہ ان کے پاس کتب ہی نہیں ہیں۔ لیکن قواعد وضوابط سے بے نیاز افسران کا حکم ہے کہ اس کی تعمیل کرو۔ سوال کرنے کی کوئی اجازت نہیں ہے! ان حالات میں وزارت تعلیم میں کام کرنے والوں کے بارے میں ایک متفقہ رائے ضرور بنتی ہے کہ یہ لوگ عقل و دانش سے عاری ہیں اور ضرورت اس امر کی ہے کہ انہیں کسی ذہنی امراض کے ہسپتال میں منتقل کر دیا جائے۔

اس میں شک نہیں کہ وقت کے ساتھ ساتھ نصاب تعلیم پر نظر ثانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ تعلیمی معیار کو بہتر بنانے کیلئے جدید تحقیقات سے استفادہ کرنے کے ساتھ نئی کتب کو شامل نصاب کیا جا سکتا ہے لیکن یہ کہاں کی دانش مندی ہے کہ نصاب پر نظر ثانی کی آڑ میں اساسی مضامین مثلاً اسلامیات، دینیات، مطالعہ پاکستان کو ہی نکال باہر کیا جائے۔ اس کی اہمیت اور افادیت سے انکار کر دیا جائے، خصوصاً ابتدائی تعلیم میں ان مضامین کو شامل نصاب کرنا از حد ضروری ہے تاکہ نسل نو کو نظریہ پاکستان سے آگاہی حاصل ہو۔ نیز وہ اسلام کے بنیادی ارکان، شہادت، عبادات، اخلاقیات، معاملات سے آگاہ ہو سکیں مگر افسوس نصاب سازی پر مامور افراد دو قومی نظریئے کے منکر سیکولر کے حامی اور دوسروں کے آلہ کار ہیں۔ وہ کیونکر چاہیں گے کہ نئی نسل اسلام سے متعارف ہو۔

نصاب سازی کے نام پر پاکستان میں ایک عرصہ سے اکھاڑ پچھاڑ ہو رہی ہے اور پاکستانی قوم کو جاہل رکھنے کی ایک دانستہ کوشش ہے۔ جیسا کہ یہ خبر بھی گردش میں ہے کہ فزکس، کیمسٹری، کمپیوٹر سائنس کو میٹرک کی سطح پر لازمی قرار دیا جا رہا ہے اگر ایسا ہے تو اس کا واضح مطلب یہ ہوگا کہ آرٹس گروپ ہمیشہ کیلئے ختم ہو گیا۔ جبکہ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ آج بھی تقریباً 20% طلبہ ہی سائنس کے مضامین پڑھتے ہیں جبکہ باقی بچے، بچیاں آرٹس میں میٹرک، F.A کرتے ہیں۔ لیکن اگر سب کیلئے سائنس لازمی مضامین ٹھہرا دیا جائے گا تو ستر یا اسی فیصد طلبہ و طالبات از خود تعلیم سے الگ ہو جائیں گے۔ شرح خواندگی پہلے ہی شرمندگی کی لکیر کو چھو رہی ہے۔ ایسی صورت میں صفر پر آجائے گی۔ غالباً یہی وزارت تعلیم چاہتی ہے۔ اس ساری کاوش کا ایک پہلو یہ بھی نظر آتا ہے کہ پاکستانی عوام کو اس حد تک زچ کر دیا جائے کہ یہ سرکاری تعلیمی اداروں کو خیر باد کہہ کر پرائیویٹ اداروں کے ساتھ منسلک ہو جائیں۔ یا وہ ادارے جنہوں نے آغا خان بورڈ کے ساتھ الحاق کر لیا ہے۔

ہمیں بے حد افسوس ہے کہ با اثر حلقوں کی جانب سے اس پر نہ احتجاج ہوا ہے اور نہ ہی انہوں نے قومی اسمبلی میں آواز اٹھائی ہے۔ بادی النظر میں دیکھا جائے تو وزارت تعلیم کے یہ اقدامات بے حد سنگین ہیں۔ جن کے خلاف آواز اٹھانے کی اشد ضرورت ہے۔ بلکہ پرویز مشرف کو اقتدار سے الگ کرنے کیلئے دھرنا دینے کی بجائے وزارت تعلیم کی تطہیر اور انہیں نظریہ پاکستان سے ہم آہنگ کرنے کیلئے دھرنا دینا اب واجب ہو چکا ہے۔ ہماری تمام سیاسی اور دینی جماعتوں کے قائدین سے گزارش ہے کہ وہ اس مسئلہ پر سنجیدگی سے غور فرمائیں اور نظام و نصاب تعلیم کو مستحکم کرنے کیلئے اپنی تمام تر صلاحیتیں بروئے کار لائیں۔ ان کی اولین ترجیح تعلیم ہونی چاہئے۔ کہ اسی سے پاکستان کا مستقبل وابستہ ہے اور ہماری سب کی بقا اسلامی تعلیمات کے فروغ میں ہے۔ امید کی جانی چاہئے کہ اس پر سب مل کر قدم اٹھائیں گے۔

سعودی فرمانروا خادم الحرمین الشریفین سے دردمندانہ اپیل

موجودہ دنیا میں نائن الیون ایک ایسی حد فاصل ہے کہ جس کی بنیاد پر اب تاریخ مرتب ہو رہی ہے۔ کسی بھی چیز کا موازنہ کرنے سے پہلے یہ سوال داغا جاتا ہے۔ کہ یہ بات 9/11 سے پہلے کی ہے یا بعد کی؟ 9/11 سے قبل یہ دنیا کیسی تھی اس وقت تجارت، اقتصادیات، معیشت، معاشرت اس کی عسکری، فکری، تعلیمی، ثقافتی حالات کیا تھے اور اب کیسے ہیں۔ ہر جگہ زیر بحث آتے ہیں۔ 9/11 کے بعد دنیا کیسی ہے؟ کسی بھی چیز کے فرق اور امتیاز کو بیان کرنے کیلئے 9/11 کا سہارا لیا جاتا ہے۔ گویا 9/11 کے حادثہ نے ایک نئی دنیا کو جنم دیا ہے جس کی وجہ سے سوچ خیالات ترجیحات یکسر تبدیل ہو گئیں۔ دوست دشمن جبکہ دشمن دوست بن گئے۔ نیکی، بدی، اچھائی، برائی معیار اور کوالٹی کے پیمانے تبدیل ہو گئے۔ بہت ساری تبدیلیوں میں مسلم اور غیر مسلم کے درمیان ایک واضح لکیر کھینچ دی گئی۔ اور دنیا دو حصوں میں تقسیم ہو کر رہ گئی۔ جس سے ایک نئی فکر پیدا ہوئی۔ بلکہ ایک سرد جنگ کا آغاز ہوا۔ جس کی بنیاد دو واضح تہذیبیں اور تمدن ہیں۔

غیر مسلموں نے مسلم تہذیب و ثقافت، تعلیم و تربیت، عقائد و عبادات، اخلاق و معاملات کو شک کی نظر سے دیکھنا شروع کیا اور کھلے لفظوں میں انہیں بنیاد پرست، انتہا پسند، رجعت پسند اور دہشتگرد قرار دیا۔ مسلمانوں کے ہر عمل کو تخریب کاری کی کسوٹی پر پرکھا جانے لگا۔ 9/11 نے مسلم دنیا کو بے حد متاثر کیا۔ اس ''نام نہاد'' حادثے کی ذمہ داری مسلمانوں پر عائد کی گئی اور فرضی کردار تیار کر کے مسلمانوں کے خلاف دائرہ تنگ کیا گیا۔ افغانستان پر حملہ کرنے کیلئے ایک عذر تراشا گیا اور پوری دنیا کی ہمدردیاں حاصل کی گئیں۔ اور بالآخر نہتے مسلمانوں پر میزائلوں اور کٹر بموں کی بوچھاڑ کر دی گئی۔ خوف و ہراس کی ایسی فضا پیدا کی گئی کہ کوئی بند کمرے میں بھی طالبان کی حمایت اور ہمدردی کا اظہار نہیں کرتا تھا۔ اس پر بس نہیں بلکہ 9/11 کی آڑ میں ایسے قوانین وضع کئے گئے جس کی زد میں مسلمان

ممالک اوران کے کروڑوں باشندے آئے ذرائع نقل وحمل پر کڑی نظر رکھی جانے لگی۔ حتیٰ کہ ذرائع مواصلات پر سخت پہرہ لگا دیا گیا۔

خصوصی طور پر وہ تمام رفاہی اور خیراتی ادارے جو مسلمانوں کی فلاح و بہبود کیلئے کام کرتے تھے نشانہ بنے ان کی کارکردگی پر شبہات کا اظہار کیا گیا اوران ممالک سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ وہ ان پر پابندی عائد کریں۔ ان کے اثاثے منجمد کریں۔ اوران کی سرگرمیوں کو ختم کریں۔ حالانکہ ایک زمانہ اس بات کی شہادت دے گا کہ یہ تمام خیراتی ادارے بلا امتیاز انسانیت کی بھلائی کے کام کرتے تھے۔ دنیا سے جہالت کے خاتمے کیلئے سکول اور مدارس کا قیام، فقراء ومساکین کیلئے غذا اور روزمرہ کی ضروریات کی فراہمی، لاچار مریضوں کے علاج کیلئے ہسپتال اور ڈسپنسریوں کا قیام، یتیموں کی کفالت، معذور اور اپاہج لوگوں کیلئے مثالی ادارے، بیوگان کی مدد کیلئے وظائف، آفات سماوی سے متاثرین کیلئے حسب ضرورت اشیاء کی فراہمی، مظلوم و مجبور مسلمانوں کیلئے ہر ممکن تعاون فراہم کرنا ان اداروں کا بنیادی مقصد تھا۔ چونکہ اس سے مسلمان مستفید ہورہے تھے اوران کی تکالیف میں کمی واقع ہورہی تھی۔ لہٰذا ان تمام سرچشموں کو بند کرنے کیلئے القاعدہ کا من گھڑت کردار تراشا گیا اوران اداروں کا ان سے تعلق جوڑا گیا۔ اوراس کی آڑ میں پابندیاں لگائی گئیں اور جو لوگ ان خیراتی اداروں سے وابستہ تھے ان کی پکڑ دھکڑ کی گئی اور انہیں خوف زدہ کیا گیا۔ دنیا میں ہونے والے دہشت گردی کے واقعات کوان سے منسوب کیا گیا۔

مغربی ذرائع ابلاغ نے اس ضمن میں نہایت مکروہ کردار ادا کیا اور تمام اسلامی NGO's کو بدنام کرنے کیلئے یکطرفہ پروپیگنڈہ کیا اور طرح طرح کے الزامات ان کی طرف منسوب کئے۔ جس سے متاثر ہو کر اسلامی ممالک نے بھی ان پر پابندیاں عائد کردیں۔ ان کی بندش سے اسلامی دنیا میں بسنے والے لاکھوں لوگ متاثر ہوئے۔ جوان خیراتی اداروں کے رحم وکرم پر تھے۔ خصوصاً افریقی ممالک جہاں قحط سالی اور بعض ممالک میں خانہ جنگی نے تباہی مچا رکھی ہے بھوک وافلاس سے روزانہ سینکڑوں لوگ لقمہ اجل بن رہے ہیں۔ اور بعض خوفناک بیماریوں میں مبتلا ہو کر آخرت کو سدھار رہے ہیں ان حالات میں ان خیراتی اداروں کا کردار خراج تحسین کے لائق ہے۔ جنہوں نے کروڑوں ڈالر خرچ کر کے انسانیت کو موت کے منہ سے نکالا تھا۔

ان خیراتی اور رفاہی اداروں کی اکثریت کا تعلق سعودی عرب سے ہے۔ سعودی عرب کا شمار دنیا کے امیر ترین ممالک میں ہوتا ہے، حکومت کے ذرائع آمدن بہت وسیع ہیں، فی کس آمدنی ضرورت سے زیادہ ہے۔ لوگ خوشحال ہیں۔ بڑی بڑی تجارتی کمپنیاں موجود ہیں ٹیکس نہ ہونے کے برابر ہے۔ لہٰذا تمام سعودی پوری دیانتداری کے ساتھ سالانہ زکوٰۃ نکالتے ہیں اور خیراتی اداروں کے توسط سے اپنی زکوٰۃ مستحقین تک پہنچانے کا اہتمام کرتے ہیں جبکہ تمام بڑی کمپنیوں نے بھی اپنے اداروں میں ایک خیراتی شعبہ قائم کیا ہوا ہے جس کے ذریعے کمپنی کی زکوٰۃ اور صدقات مستحقین پر خرچ کئے جاتے ہیں۔ سعودیہ میں چونکہ اس کی ضرورت نہیں لہٰذا یہ تمام رقوم دیگر اسلامی ممالک یا مسلم اقلیات پر خرچ کی جاتی ہیں۔ ان تمام اداروں کو قریب سے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے نہایت منظم ومرتب ہیں۔ مکمل ریکارڈ رکھا جاتا ہے۔ اور جن لوگوں یا اداروں کے ساتھ تعاون کرتے ہیں ان کی جانچ پڑتال کا بھی شاندار نیٹ ورک ہے۔ کسی غلطی کی گنجائش نہیں ہے۔ نہایت محتاط طریقے سے تعاون کرتے ہیں۔

9/11 کے بعد ان تمام خیراتی اداروں کو ایک حکم ناطق کے ساتھ بند کردیا گیا چونکہ اس وقت حالات کا تقاضا بھی یہی تھا کہ محتاط رویہ اختیار کیا جائے۔ لیکن جیسے جیسے حالات بدلتے گئے اوراس طوفان کی گرد چھٹ گئی تو معلوم ہوا کہ ان خیراتی اداروں کا کسی جگہ بھی تخریب کاروں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان کی بندش سے صرف وہ لوگ متاثر ہوئے جو ضعیف، کمزور، فقراء ومساکین ہیں۔ جو بے چارگی کی تصویر بنے ہوئے ہیں۔ اب یہ بات بالکل واضح ہوگئی ہے کہ یہ خیراتی ادارے واقعتاً انسانیت کی بھلائی اور خیر خواہی کا کام کرتے تھے لہٰذا خیر اور بھلائی کے یہ چشمے دوبارہ جاری ہونے چاہئیں۔

سعودی عرب کے فرمانروا خادم الحرمین الشریفین شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز آل سعود کا شمار دنیا کے ممتاز مدبروں اور دانشوروں میں ہوتا ہے۔ آپ بہت جہاندیدہ، معاملہ فہم ہیں۔ ہر کام بڑی حکمت اور دانائی کے ساتھ کرتے ہیں۔ حالات پر بڑی گہری نظر ہے۔ دور اندیش اور بہت کریم النفس ہیں اور مسلمانوں کے مفادات کا تحفظ کرنا اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔ پوری دنیا کے مسلمان آپ سے دلی محبت کرتے ہیں اور قدر ومنزلت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

ان حالات میں ہماری ان سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ خیراتی اداروں کے معاملات پر ہمدردانہ غور فرمائیں ان کی بے مثال قربانیوں اور شاندار کارکردگی کا دوبارہ جائزہ لیں۔ ان کے توسط سے خیر اور بھلائی کے تمام کام جو کہ پوری دنیا میں جاری تھے۔ اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں، ہمیں امید ہے کہ ان میں ایک کام بھی ایسا نہیں ہے جس سے کسی مسلمان کو شرمندگی ہو۔ یا وہ مسلمانوں کی بدنامی کا باعث ہو۔ ایسی صورت میں ہماری خادم الحرمین الشریفین حفظہ اللہ سے خصوصی درخواست ہے کہ وہ خیراتی اداروں کو نہ صرف بحال کریں بلکہ انہیں اپنی سرگرمیوں کو جاری رکھنے کی بخوشی اجازت دیں۔ اسی طرح وہ تمام تجارتی کمپنیاں جو اپنی نگرانی میں بھلائی اور خیر کے کام کرتی تھیں انہیں بھی اس کی اجازت مرحمت فرمادیں تاکہ پوری دنیا کے مسلمان ان سے مستفید ہوسکیں۔ ہمیں مکمل یقین ہے کہ سعودی عرب کے فرمانروا شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز جو کہ کریم ابن کریم ہیں۔ ہماری درخواست کو شرف قبولیت بخشیں گے اور سعودی عرب سے خیر کے ان چشموں کو دوبارہ جاری فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے اور ہر قسم کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین۔